مفتی اعظمِ ہند

مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ
موسمِ بہار کا آخری گلاب بھی مرجھا گیا

از ڈاکٹر محمد یوسف الدّین
سابق صدر شعبۂ مذہب و ثقافت عثمانیہ یونیورسٹی

سوویت روس ایک مذہب دشمن ملک سمجھا جاتا ہے لیکن آج بھی وہاں مفتی اعظم کا عہدہ برقرار اور بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مفتی ضیاء الدّین مرحوم اسلامی دنیا اور سوویت روس کے درمیان ایک رابطہ کا کام دیتے تھے۔ حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اپنی اعلیٰ قابلیت، معاملہ فہمی، اور انتظامی صلاحیت کی وجہ سے آزاد ہند (انڈیا یونین) میں ایک اونچا مقام رکھتے تھے۔ حکومت ہند کے پاس ان کا ایک وقار تھا اور حکومتی حلقے ان سے مشورے لیتے اور پبلک میں بھی ان کی بڑی عزّت تھی۔

گذشتہ ۳۵ سال سے، سال بھر میں تین چار چکر شمالی ہند کے لگاتا ہوں اور دہلی سے ہی واپسی کا ٹکٹ ریزرو کراتا ہوں۔ جب کبھی دہلی جاتا ہوں جامع مسجد دہلی کے آس پاس کے ہوٹلوں میں ٹھہرتا ہوں، ایک تو قدیم شاندار خوشنما تاریخی جامع مسجد دہلی میں نماز کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے اور دوسرے حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب سے بعد نماز فجر شرف نیاز حاصل ہو جاتا۔ لیکن افسوس! صد افسوس! موسم بہار کا آخری

گلاب بھی مُرجھا گیا!

حضرت مفتی صاحب سے دلچسپ علمی گفتگو رہتی تھی، افسوس! اس پائے کا ہندوستان بھر میں کوئی جرأت مند اور عالم باعمل نظر نہیں آتا۔

آج سے پورے ۳۵ سال قبل، ایک سہانی صبح، ندوۃ المصنفین دہلی کے دفتر پہونچا، بڑے بڑے چوٹی کے علماء تشریف رکھتے تھے، سلام علیکم کہہ کر کونے کی ایک کرسی پر چپکے سے بیٹھ گیا۔ پروفیسر سعید احمد صاحب اکبر آبادی بھی تشریف فرما تھے، حضرت مفتی صاحب سے انھوں نے کہا: "کیا آپ ڈاکٹر محمد یوسف الدین سے ملیں گے؟ جنھوں نے اسلام کے معاشی نظریے پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے تحقیقاتی کام کیا ہے" مفتی صاحب نے کہا: کیوں نہیں؟ ضرور ملوں گا۔ اُن کے تحقیقاتی مقالہ پر مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی وغیرہ اور خود ماہنامہ برہان میں شاندار تبصرہ شائع ہوا ہے۔" پروفیسر سعید احمد اکبر آبادی نے کہا: "دیکھئے! کونے کی کرسی پر ڈاکٹر یوسف الدین نوجوان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔" مفتی صاحب نے کہا: خوب! ذرا قریب تو آجائیے، فوراً مفتی صاحب کے قریب جا پہونچا۔ مفتی صاحب بھی سروقد کھڑے ہوگئے، میں نے ادب سے سر جھکا دیا، سر پہ ہاتھ رکھنے کی بجائے مفتی صاحب نے گرم جوشی سے گلے لگا لیا اور کہا کہ: "بھئی آپ نے تو کمال کر دیا اور انکساری سے ایک کونے کی کرسی پر جا بیٹھے۔ آپ تو میرے قدیم دوست مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحب صدر شعبۂ دینیات عثمانیہ یونیورسٹی کے شاگرد رشید ہیں، پھر مفتی صاحب نے اپنے ہی صوفے پر مجھے بھی بٹھا لیا۔ مجلس میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی تشریف فرما تھے، انھوں نے مفتی صاحب سے مخاطب ہو کر مسکراتے ہوئے کہا: کہ ڈاکٹر صاحب کی تو اب مونچھیں نکل آئی ہیں گذشتہ سال تو یہ اور کمسن نظر آتے تھے، پولیس ایکشن کے بعد میں بلدہ حیدر آباد پہونچا۔ پہونچنے سے پہلے ان کا عنایت نامہ دہلی آیا کہ "مقامی

اخباروں میں اطلاع شائع ہوئی ہے کہ آں محترم بلدہ حیدر آباد آنے والے ہیں۔ میں آں محترم سے نیاز حاصل کر کے اپنے مطبوعہ مقالہ کی دونوں جلدیں پیش کرنی چاہتا ہوں کیونکہ آں محترم نے بھی اسلامی معاشیات پر کام کیا ہے۔ میں نے بھی جواب دیا کہ فلاں دن حیدر آباد پہونچ رہا ہوں شنکر باغ میں فلاں وقت رہوں گا۔ آپ کے دولت کدہ کا پتہ معلوم ہو تو ملاقات ہو جائے گی اور آپ کا تحفہ بھی حاصل کر لوں گا۔ ڈاکٹر یوسف خود ہی شنکر باغ پہونچ گئے۔ گارڈن پارٹی (بستانی ضیافت) ہو رہی تھی۔ پبلک بھی آنے لگی اور ایک طرف کرسی پر بیٹھنے لگی۔ یہ سماں دیکھ کر بستانی ضیافت چھوڑ کر پبلک کی طرف متوجہ ہوا۔ ہر ایک سے دُکھ بھری شکایتوں کو سنتے یا عرضیاں لیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی کرسی تک پہونچا اور پوچھا: آپ کو کیا شکایت ہے یا کیا دُکھ پہونچا ہے؟ انھوں نے کہا: مجھے کچھ شکایت نہیں ہے، یہ کہہ کر اپنے مقالہ کی دونوں جلدیں پیش کیں، میں نے پوچھا: کیا آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر یوسف الدین نے بھیجی ہیں؟" جمعیۃ علماء ہند کے مقامی صدر مولانا حمید الدین قمر صاحب نے کہا: "یہی تو ڈاکٹر یوسف الدین ہیں، فوراً چونک پڑا اور گلے لگا لیا اور وہاں بھی آخری کرسی پر بیٹھے تھے۔ ہاتھ پکڑے ہوئے ٹیبل تک لے گیا اور پوچھا کہ میوہ کھاؤ گے یا کیک؟ مولانا قمر نے کہا: یہ کیک بڑی پسند سے کھاتے ہیں پھر گھنٹہ بھر اسلامی معاشیات اور ہندی مسلمانوں کی معاشی حالت خاص کر حیدر آباد کے آفت زدہ مسلمانوں کی معاشی حالت اور معاشی سدھار پر گفتگو رہی۔" غرض ندوۃ المصنفین کے ہال میں بیٹھے ہوئے تمام حضرات میری طرف متوجہ ہو گئے۔ تب پروفیسر سعید احمد اکبر آبادی نے مفتی صاحب سے کہا کہ "مفتی صاحب! ڈاکٹر یوسف الدین نے فقہ و اصول فقہ کی ساری کتابیں بی۔ اے اور ایم۔ اے میں عربی دانوں سے پڑھی ہیں، مفتی صاحب نے کہا: پھر تو ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ ؎ عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی میں!

میں نے فوراً ہی جواب دیا کہ یہ آں محترم کی ذرّہ نوازی ہے آپ کا مقام بہت بلند ہے میں تو ابھی طفل مکتب ہوں اس میدان فقہ میں تو ابھی قدم رکھا ہے اور ٹھاٹیں مارتا ہوا فقہ اور فقہی مسائل کا ایک سمندر میرے سامنے ہے، بات کاٹتے ہوئے مفتی صاحب نے کہا: عصر جدید میں ایسے ہی نوجوانوں کی ضرورت ہے کہ ایک طرف اصل عربی دانوں سے فقہ پڑھی ہو اور ساتھ ہی ساتھ انگریزی اور جدید علوم بھی پڑھے ہوں۔ پھر مفتی صاحب نے پوچھا: ایم - اے میں آپ کے مقالہ کا کیا عنوان تھا؟ میں نے کہا: حضرت مفتی صاحب آپ تو جانتے ہی ہیں معاشیات (اکنامکس) اور علم تجارت (کامرس) کے تمام ابواب فقہ کی کتابوں میں ملتے ہیں اس لیے اسلام کے چند معاشی نظریوں پر میں نے مقالہ لکھا تھا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب میرے مقالہ کے ممتحن مقرر ہوئے اور ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب نے مقالہ کو سراہتے ہوئے اپنی یہ جچی تلی رائے دی کہ مقالہ نگار کو اعلیٰ تحقیق کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی سفارش پر ہی مجھے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے کام کرنے کا موقع دیا گیا۔ محترم سعید احمد اکبر آبادی صاحب نے کہا: ڈاکٹر یوسف الدین صرف انگریزی یا عربی ہی نہیں بلکہ عربی کے ساتھ ساتھ فارسی، ترکی اور جرمن بھی جانتے ہیں، دکن کی دراوڑی زبان تلنگی بھی جانتے ہیں اور شمالی ہند کی ہندی اور ناگری رسم الخط بھی اور ساتھ ہی ساتھ ڈاکٹر انور اقبال قریشی صدر شعبۂ معاشیات عثمانیہ یونیورسٹی سے جدید علم معاشیات بھی پڑھا ہے اور پیرس یونیورسٹی کے ڈاکٹر حمید اللہ کے قریبی رشتہ دار بھی ہیں۔

غرض مفتی عتیق الرحمٰن صاحب سے گھنٹہ آدھا گھنٹہ کی پہلی ملاقات رہی لیکن مفتی صاحب کا خلوص، شفقت اور مفتی صاحب کی اعلیٰ قابلیت سے اتنا متاثر ہوا کہ جب بھی دہلی جاتا مفتی صاحب کی محبت کشاں کشاں مجھے ندوۃ المصنفین کے دفتر لے جاتی تاکہ حضرت مفتی صاحب سے نیاز حاصل کروں، تقریباً ساڑھے چار سال کی عمر میں مولانا

عبدالباری فرنگی محلی کو دیکھا تھا جب وہ بلدہ حیدرآباد آئے تھے اور خاکسار کی ماموں زاد بہن حفیظ جہاں صاحبہ (جو خاکسار کی بڑی بھاوج بھی ہیں) انھیں بسم اللہ پڑھائی تھی۔ مولانا بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی اور ہمارے خاندان سے صدی ڈیڑھ صدی سے تعلقات ہیں۔ مولانا شوکت علی کو بھی دیکھا تھا جب وہ حیدرآباد آئے تھے۔ لڑکپن میں دہلی کے حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا محمد علی جوہر، مفتی کفایت اللہ وغیرہ کو دیکھا تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی سے نیاز ہی نہیں حاصل تھا بلکہ درس حدیث بھی لیا تھا۔ مولانا عبدالماجد دریاآبادی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمن، مولانا محمد میاں، رام پور کے مولانا عرشی اور ڈاکٹر ذاکر حسین وغیرہ سے تو بارہا ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اسی اُجڑے دیار دہلی کی آخری شمع جو حضرت مفتی صاحب کی شکل میں روشن تھی، افسوس وہ آخری شمع بھی گل ہوگئی اور صرف ان کی یاد تازہ کرتی ہے۔ پہلی ملاقات اور دوبارہ ملاقاتوں کے بعد خاکسار نے مشرق وسطیٰ کا طویل سفر کیا اور مہینوں بغداد، دمشق، بیروت، بیت المقدس، انقرہ، استنبول، قونیہ اور برصہ وغیرہ کی خاک چھانی اور وہاں کے نادر، نادر عربی مخطوطات سے استفادہ کیا۔ مشرق وسطیٰ کے علماء سے ملا۔ سال بھر بعد دہلی پہونچا تو مفتی صاحب سے نیاز حاصل ہوا تو بڑے تپاک سے ملے اور ایسے ہی خوش ہوئے جیسے کوئی شخص اپنے چھوٹے بھائی قریبی رشتہ دار یا اپنے لڑکوں سے مل کر خوش ہوتا ہے۔ طویل تعلیمی سفر کا حال سنایا تو مفتی صاحب بہت خوش ہوئے۔ مشرق وسطیٰ کے مخطوطات علوم اسلامیہ خصوصاً فقہ، اصول فقہ کی نادر، نادر کتابوں کا حال سنایا تو مفتی اعظم مولانا عتیق الرحمن بہت خوش ہوئے۔ میں نے بتایا کہ ایم۔ اے کی جماعت میں، خاکسار نے ابن الرشد الہند کی کتاب بدایۃ المجتہد پڑھی تھی، قونیہ میں مولانا روم کے مزار کے احاطہ کے قریب یوسف آغا لائبریری ہے وہاں ابن الرشد کی ایک اور کتاب نہایۃ المقتصد دو ضخیم جلدوں میں قدیم قلمی نسخہ ہے، استنبول کے کتب خانہ میں دبوسی کی اسرار الفقہ نامی کتاب دو ضخیم جلدوں